مولانا مختار عمر ابن مولانا نافعؒ

عظیم محقق، مؤرخِ اسلام حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ

(1915 —— 2014)

حضرت اقدس مولانا محمد نافع ؒ کے جدامجد حضرت میاں امام الدینؒ (المعروف فقیر صاحب) کو گیارویں صدی ہجری کے وسط میں حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی ؒ کے اس وقت کے سجادہ نشین نے دینِ متین کی خدمت اور خلقِ خدا کو راہِ حق دکھانے کی امانت اور ذمہ داری سونپ کر ملتان سے روانہ کیا۔ حضرت فقیر صاحب دریائے چناب کے کنارے پر چلتے ہوئے جب بستی محمدی شریف میں پہنچے تو یہیں سکونت اختیار کر لی اور اسی بستی کی جامع مسجد میں آپؒ نے حفظِ قرآن کی تدریس کا آغاز فرمایا جو بفضل اللہ تعالیٰ چار صدیاں گذرنے کے باوجود بلاتعطل جاری وساری ہے۔ حضرت میاں امام الدینؒ قرآن و شریعت کے صحیح معنوں میں عامل تھے، آپ نے ساری زندگی قرآن مجید کے پڑھانے میں صرف کی، علاقہ بھر میں قرآن مجید کا فیض عام کیا، اپنے گاؤں میں جو اصلاحات نافذ کیں ان سے آپ کی شریعتِ مطہرہ سے والہانہ وابستگی کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً موضع محمدی شریف میں کاشتکاروں کو تمباکو کی کاشت سے روک دیا، مزامیر کی حامل اقوام مثلاً بھنڈ، نٹ، میراثی اور ڈھول پیٹنے والے طبقے کے لیے اس موضع میں رہائش اختیار کرنا ممنوع قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کچھ عرصہ قبل تک قریہ محمدی شریف کے ہر گھر کے اکثر افراد حافظِ قرآن ہوتے تھے، ورنہ ایک حافظ تو ہر گھر میں لازمی ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ فوج کے ایک حاضر سروس بریگیڈیئر صاحب تشریف لائے اور کہنے لگے سنا ہے محمدی شریف کے قبرستان میں پچاس ہزار حُفّاظ مدفون ہیں، ہم نے کہا ہمیں تو صحیح تعداد کا اندازہ نہیں البتہ چار صدیوں سے حفظِ قرآن کا سلسلہ جاری ہے، گاؤں کے لوگوں نے حفاظ کا تذکرہ کیا تو بریگیڈیئر صاحب نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا کہ اس طرح تو پچاس ہزار سے بھی زائد حفاظ بنتے ہیں۔

آپؒ کے دادا جان میاں عبدالرحمٰنؒ اور والدِ گرامی حضرت مولانا میاں عبدالغفورؒ حضرت خواجہ شمس العارفینؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے، حضرت خواجہ صاحبؒ نے ان دونوں بزرگوں کو جو کہ عالم باعمل اور صوفی باصفا تھے خرقہ خلافت سے نوازا اور دینِ اسلام کی خدمت اور خلقِ خدا کی رہنمائی کی ذمہ داری سونپی۔ یوں ایک عظیم روحانی خانقاہ کے طور پر محمدی شریف پورے ملک میں معروف ہوا۔ یہ دونوں حضرات عمر بھر مسجد میں بیٹھے یادِ خدا میں مست رہے اور سینکڑوں چوروں، ڈاکوؤں اور بھولے بھٹکے ہوئے انسانوں کی زندگی میں اپنی روحانی قوت سے انقلاب برپا کیا، بقول حضرت اقبالؒ

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں　　　　گر ہو یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

چنانچہ ایک طرف حفظِ قرآن کا فیض جاری رہا تو دوسری طرف خانقاہی نظام کے تحت رشد و ہدایت کا ایک سرچشمہ، ہدایت کے متلاشیوں کی آماجگاہ تھا، اس طرح ان دونوں بزرگوں کے فیض سے علاقہ بھر کی کایا پلٹ گئی۔

حضرت مولانا میاں عبدالغفورؒ کے بعد آپؒ کے دونوں صاحبزادوں حضرت مولانا محمد ذاکرؒ اور حضرت مولانا

محمد نافع ؒ نے اس مسند کو سنبھالا اور اپنے والد ماجد ؒ کی علمی و روحانی وراثت کو تقسیم کیا۔ معروف شاعر و ادیب اور سابق اے ڈی ایل بی جھنگ محترم انجم نیازی صاحب لکھتے ہیں ''اس گاؤں کی شہرت کا باعث میاں عبدالغفور ؒ کے بڑے بیٹے حضرت مولانا محمد ذاکر ؒ بنے جو بیک وقت ایک عالم، پیر اور سیاست دان تھے، یہ لوگوں سے ووٹ نہیں مانگتے تھے بلکہ لوگ انکو خود آ کر ووٹ دیتے تھے، یہ اپنے مثالی تقویٰ اور پرہیزگاری میں مشہور تھے، ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی مہکار پورے ملک کے کونے کونے تک پھیل چکی تھی، ان کی وجہ سے یہ گاؤں مقامی سطح سے اٹھ کر ملکی سطح تک جانا پہچانا جاتا تھا''۔

حضرت اقدس میاں عبدالغفور ؒ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد نافع ؒ نے تمام زندگی دین کی اشاعت و تحفظ کے لیے وقف کر رکھی تھی اور خود بھی پابندِ شرع تھے، سادگی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، ہمیشہ کچے مکان میں رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میرا شانہ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اس دنیا میں ایک مسافر یا راہگذر کی طرح رہنا۔ میں جب بھی آپ کے کمرے میں داخل ہوتا تو حضورِ اقدس ﷺ کے ارشادِ گرامی کے مطابق آپ کا کمرہ ایک مسافر کا نقشہ پیش کرتا، مجھے ہمیشہ حدیث پاک کے یہ الفاظ یاد آ جاتے اور آپکا نحیف وجود اس حدیث کی عملی شکل میں دکھائی دیتا۔

جہاں میں نمونہ ہے وہ سادگی کا اونچا ستارہ ہے اک عاجزی کا
چمکتا ہے دل علم کی روشنی سے اٹھاتا ہے تکلیف ہر اک خوشی سے

آپ ؒ کی زندگی کا سب سے عظیم علمی کارنامہ یہ ہے کہ آپ ؒ دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے نازک موضوع پر ایسے عمدہ طریقے اور انوکھے اسلوب سے کام کر گئے جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ اسلام کے مؤرخین قاصر ہیں۔ جناب انجم نیازی کی تحریر کے الفاظ کچھ یوں ہیں: ''اس کے بات کرنے کا طریقہ اور سلیقہ ساری دنیا سے مختلف تھا، یہ مخالفین کو للکارتا نہیں، کسی پر طنز کے تیر اور نشتر نہیں چلاتا، اس کا لہجہ نرم اور گفتگو میں مٹھاس ہوتی ہے، وہ مخالفین سے نفرت نہیں کرتا بلکہ ان سے ہمدردی کرتا ہے، الجھاؤ کو سلجھانے اور روٹھے ہوئے کو منانے کی بات کرتا ہے، ہر اعتراض کا جواب دلیل اور مستند حوالوں سے دیتا ہے جسکا بطلان فریقِ مخالف کے بس میں نہیں ہوتا، قارئین کی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا، ان کو جاہل اور ان پڑھ نہیں سمجھتا '' ہم چوں ما دیگرے نیست '' کا راگ نہیں الاپتا، اپنی تحریروں میں مخالفین کی دل آزاری نہیں کرتا، اسکی تحریر میں تنقید کا زہر اور کڑواہٹ نہیں ہوتی بلکہ الفاظ نرمی، مٹھاس اور ہمدردی سے لبریز ہوتے ہیں، کوئی اس کی بات تسلیم کرے نہ کرے اس کی بات کا برا نہیں مناتا، اس سے نفرت نہیں کرتا، کسی کو تشدد پر نہیں اکساتا، کسی کو غصہ نہیں دلاتا، کسی کی عزتِ نفس مجروح نہیں کرتا، جو بھی موقف پیش کرتا ہے اس پر اچھی طرح غور کر لیتا ہے، قابل اعتماد حوالہ جات جمع کرتا ہے، پہلے خود کو مطمئن کرتا ہے پھر دوسروں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسکی تحریروں میں بلا کی تاثیر ہوتی ہے، الفاظ میں عالمانہ تکبر کی بجائے درویشانہ عاجزی و انکساری ہوتی ہے، شہرت اور لالچ سے کوسوں دور بھاگتا ہے، بے نفسی ایسی کہ ملنے والے شرمندہ ہو جاتے ہیں''۔

تاریخ اسلام میں بڑے بڑے مؤرخ و محقق گذرے ہیں لیکن حضرت مولانا محمد نافع ؒ جس سادہ، صاف ستھرے، اجلے اور اعتدال کا دامن تھام کر دل نشیں انداز میں **رحماء بینھم** جیسی کتاب لکھ گئے اور اللہ جلَّ شانہٗ کے

صادق و پاکیزہ کلام کی حقیقت کو اس طرح واضح کیا کہ مخالف بھی داد دینے پر مجبور ہو گیا، تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ بقول جسٹس (ر) جناب مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ'' اردو تو اردو رہی عربی لٹریچر میں بھی اس موضوع پر اس پائے کی کتاب میری نظر سے نہیں گذری''۔

ایک مرتبہ میاں محمد شفیع لاہوری مرحوم ،فقہ جعفریہ کے معروف لیڈر غضنفر حسین کراروی مرحوم کا مطالبہ لے کر آئے کہ مجھے رحماء بینہم مہیا کی جائے چنانچہ حضرت والد گرامیؒ کی اجازت سے میاں محمد شفیع لاہوری رحماء بینہم کا سیٹ لے کر کراروی صاحب کے پاس پہنچے تو وہ منہاج القرآن یونیورسٹی میں ایک اجتماع سے خطاب کرنے والے تھے، کراروی صاحب نے کتاب دیکھی اور اپنی تقریر ان الفاظ سے شروع کی'' مولانا محمد نافع نے رحماء بینہم لکھ کر امت پر احسان عظیم کیا ہے یہ کتاب اتحادِ امت کے لیے پہلی اینٹ ثابت ہوسکتی ہے اور اتحاد بین المسلین کے لیے سنگِ میل کا کام دے سکتی ہے'' اس طرح پورے دس منٹ کتاب اور مؤلفِ کتاب کی تعریف وتوصیف پر لگائے۔

ڈاکٹر ملک بشیر احمد صاحب فیصل آباد وفاقی محتسب کے عہدہ پر کام کرتے رہے ہیں، ملاقات کے لیے تشریف لائے تو بوقت ملاقات حضرت والد گرامیؒ کے ہاتھ چوم لیے، حضرت والد صاحبؒ چوں کہ عجز وانکساری کا نمونہ تھے، اس لیے فرمایا: میں اس قابل نہیں ہوں کہ میرے ہاتھ چومے جائیں اور انہیں ڈانٹ دیا، جج صاحب ناراض ہو گئے، اس کے بعد حضرت نے ان سے معافی مانگی کیوں کہ مہمان کا احترام لازم ہے۔ جج صاحب نے مشروط معافی کا کہا کہ اگر مجھے ہاتھ چومنے دیں تو معاف کردوں گا ورنہ نہیں، پھر ڈاکٹر صاحب نے بتایا: میری پہلی پوسٹنگ واشنگٹن میں ایمیگریشن کے عہدے کے طور پر ہوئی تو مجھے یہ کتاب رحماء بینہم پڑھنے کو ملی، میں نے تمام کتاب پڑھ ڈالی اور انگریزی خواں ہونے کے باوجود اتنا متأثر ہوا کہ یہ عہد کیا جن ہاتھوں سے ایسی عمدہ کتاب معرضِ تحریر میں آئی ان کو ضرور بوسہ دوں گا۔

ایک صاحب ساؤتھ افریقہ سے تشریف لائے ، کہنے لگے میں نے رحماء بینہم وہاں پڑھی تھی، میرے بچے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، اور دار العلوم میں پڑھتے ہیں، میں نے سوچا کہ بچوں سے ملنے پاکستان گیا تو رحماء بینہم کے مؤلف سے ضرور ملوں گا۔

ایک مرتبہ ایران سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم العالیہ تشریف لائے، تہران کے رہنے والے ہیں، فرمانے لگے ہم نے اس کتاب کا ترجمہ فارسی میں کیا ہے لیکن بوجوہ ہم اس کو اب تک طبع نہیں کرواسکے، ایسی عمدہ کتاب فارسی میں بھی شائع ہونی چاہیے۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس کا عربی میں ترجمہ کروایا اور بیروت سے اپنے دوست نظام یعقوبی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ذریعے طبع کرائی۔ جب سے عربی میں رحماء بینہم طبع ہوئی ہے تو عرب ممالک کی یونیورسٹیوں میں اس کتاب پر مقالات کا اہتمام کروانے پر غور کیا جارہا ہے۔

حضرت مولانا مفتی رحمت اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی حرم مدینہ میں ایک پاکستانی وفد جس کا تعلق فیصل

آبادتھا سے ملاقات ہوئی، دورانِ گفتگو انہوں نے فرمایا: رحماء بینھم ایک پاکستانی عالم کی لکھی ہوئی کتاب ملی ہے، میں ویب سائٹ پر روسی زبان میں لیکچر دیتا ہوں اور میرے سننے والے کم وبیش پندرہ، سولہ ہزار افراد ہیں، میں نے اس موضوع پر لیکچر دیا تو مجھے کم از کم پندرہ سو میسج موصول ہوئے جس میں اس موضوع کو آگے بڑھانے پر زور دیا گیا تھا، لیکن میری مشکل یہ ہے کہ اس موضوع پر میرے پاس صرف ایک کتاب موجود ہے، اس کے علاوہ اس موضوع پر اور مواد میسر نہیں ہے۔ فیصل آباد کے معروف قاری یونس صاحب مدظلہ العالی اس وفد میں شامل تھے، انہوں نے مولانا مفتی رحمت اللہ صاحب مدظلہ العالی سے عرض کیا حضرت اس موضوع دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم پر اسی مصنف کی متعدد کتابیں موجود ہیں، آپ پریشان نہ ہوں، ہم آپ کو یہ کتابیں مہیا کریں گے، آپ اپنے موضوع کو آگے چلائیں، پھر وہ لوگ حضرت والد گرامی کی کتابوں کا مکمل سیٹ لے کر گئے اور حضرت مولانا مفتی رحمت اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو ارسال کیا۔

رحماء بینھم کی طرح آپ کی تمام تصانیف کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی، غالباً 1983/84 کی بات ہے کہ بندہ "مکہ بکس" کے نام سے لاہور میں کتابوں کا کاروبار کرتا تھا، میرے ایک پبلشر ساتھی سرفراز صاحب حج پر گئے تو مدینہ منورہ میں کتابوں کی دکان پر گئے، وہاں آپ کی کتاب بناتِ اربعہ انڈیا کی طبع شدہ خرید کر لائے جو اب تک ہمارے پاس محفوظ ہے۔

آپ کے معتدل اندازِ تحریر کی وجہ سے مخالفین بھی آپ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ رجوعہ سادات کے رہائشی سید حیدر رضا نقوی صاحب جو ایران میں قم یونیورسٹی سے فاضل بن کر آئے ہیں اور اپنے آبائی گاؤں رجوعہ سادات میں ایک بڑے جامعہ کے انچارج ہیں، چودھری محمد سلیم صاحب پلازہ والے کو ساتھ لے کر والد محترمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے ان کا اکرام فرمایا، چائے پلائی، ان کو کتابیں ہدیتاً عنایت فرمائیں، انھوں نے حضرت کے معتدلانہ طرز تحریر کی بہت تعریف کی۔

حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ 1915ء میں پیدا ہوئے، تقریباً ایک صدی پر محیط زندگی گذار کر دارِ بقا سے دارِ فنا کی طرف کوچ کر گئے، ایک طرف شمسی سال 2014ء کا آخری سورج غروب ہو رہا تھا تو دوسری طرف علم وعمل اور اسلام کا شیدائی، جنابِ نبی کریم ﷺ کا عاشقِ صادق اور صحابہ کا سچا غلام دنیائے اسلام پر اپنے علم وعمل کی کرنیں بکھیر کر، چمکتے دمکتے چہرے کے ساتھ علم کی دنیا میں غروب ہو گیا مگر اپنے پیچھے روشنی کا ایک ایسا مینارہ چھوڑ گیا کہ جب تک سورج چمکتا رہے گا اس آفتاب کی روشن کرنیں داعیانِ اسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے غلاموں کے دلوں کو منور کرتی رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ آپکی تمام تر مساعی جمیلہ قبول ومنظور فرمائے اور جن مقدس ہستیوں کے دفاع میں زورِ قلم صرف کیا انکی معیت میں جنت کا داخلہ نصیب فرمائے۔ آمین

وہ کس کا ہے مطلوب یہ کون جانے
وہ کس کا ہے محبوب یہ کون جانے
مگر اسکے چہرے پہ جو نور سا ہے
یہ شعلہ بھڑکتا ہوا طور کا ہے
قطب ہے، ولی ہے کہ مجذوب ہے
مدینے ہی والوں کا محبوب ہے